روحِ تحقیق، جلد۲، شمارہ۴، مسلسل شمارہ:۶، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۲۴ء

ترجمۂ قرآن کے ادوار کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of the Eras Of Qur'anic Translation

خالد محمود

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، سپیریئر یونیورسٹی، لاہور

محمد ابوبکر ساقی

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، امپیریل کالج آف بزنس سٹڈیز، لاہور

محمد علی حمید

لیکچرار علوم اسلامیہ، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس سب کیمپس، ملتان

Abstract:

This study provides a comprehensive analytical exploration of the evolution of Quranic translations across different historical periods, with a particular focus on the Urdu translations in the Indo-Pak subcontinent. The research delves into the early history of Quranic translations, beginning from the Tabi'een era, and examines the significant milestones that shaped the development of Quranic interpretations over time. Special attention is given to the three major phases of Urdu Quran translations, highlighting their distinct features, linguistic approaches, and scholarly contributions. Additionally, this study offers a comparative analysis of Quranic translations in various languages, shedding light on the cultural, intellectual, and religious impact of these efforts. By tracing the trajectory of Quranic translation in the subcontinent, the research aims to underscore the challenges, methodologies, and influences that have shaped the understanding of the Quran in different linguistic and historical contexts. This study contributes to the broader discourse on Quranic scholarship and translation studies, emphasizing the vital role of translation in making the Quran accessible to diverse linguistic communities.

Keywords:

Quranic Translation, History of Quran Translation, Urdu Quran Translation

قرآن کریم حضور ﷺ پر عربی زبان میں نازل ہوا۔ حضور ﷺ کی اپنی زبان عربی تھی۔ آپ کی احادیث اور تعلیمات سب عربی زبان میں ہوئی جب کہ آپ کی دعوت کل عالم اور تمام اقوام کے لئے تھی۔اس لیے ضروری تھا کہ غیرعرب کو ان کی زبانوں میں دین کی دعوت دی جاتی۔ اور نماز میں قرآن کا پڑھنا عربی زبان میں ہی ہو مگر دین سیکھنے کے مواقع اپنی اپنی زبانوں میں ہوں۔ اس غرض سے ترجموں کی ضرورت محسوس ہوئی علم سیکھانا ایک فطری طلب ہے، علماء اس طلب سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے تھے۔اس لیے انہوں نے ترجمہ کیا۔علم کی اپنی کوئی زبان نہیں وہ ہر زبان کا لباس پہن سکتا ہے۔اسلام کی تعلیمات ہر زبان اور ہر ماحول میں ڈھل سکتی ہیں۔اور اسے ہر خطہ ارض کی ضرورت کے مطابق کسی بھی زبان میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔اسلام میں اس کی پوری گنجائش موجود ہے۔

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں:

أَمَرَنِي رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم – فَتَعَلَّمْتُ لَهُ كِتَابَ يَهُودَ وَقَالَ إِنِّي وَاللهِ مَا آمَنْ يَهُودَ عَلَى كِتَابِي فَتَعَلَّمْتُهُ فَلَمْ يَمُرَّ بِي إِلَّا نصْفُ شَهْرٍ حَتَّى حَذَقْتُهُ فَكُنْتُ أَكْتُبُ لَهُ إِذَا كَتَبَ وَأَقْرَأُ لَهُ إِذَا كُتِبَ إِلَيْهِ (۱)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ ﷺ کے لئے یہود کی کتابت سیکھوں اور فرمایا مجھے اپنے خطوط کے سلسلوں میں یہودیوں کی کتابت پر اعتماد نہیں، پس میں نے سیکھنا شروع کیا۔ نصف مہینہ گزرنے نہ پایا تھا کہ میں نے اس میں مہارت پیدا کر لی، چنانچہ میں آپ کی طرف سے یہود کو لکھا کرتا تھا اور جب آپ کی طرف خط آتے تو میں آپ کو پڑھ کر سنا دیتا تھا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری زبانوں میں ترجموں کا آغاز خود عہد رسالت میں ہی ہو گیا تھا اور آپ نے خود اس کی تعلیم دی تھی مگر عہد نبوی میں کسی اور زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ کسی سورت کے ترجمہ کے بارے میں بھی پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں

صحابہ کرام کے دور میں ترجمہ کے چند آثار ملتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے:

"آنحضرت ﷺ کے صحابی عبداللہ بن عباس جب حدیث کا درس دیتے تو ابو حمز ونصر بن عمران تابعی کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے۔ ابو حمزہ مترجم کے فرائض ادا کرتے اور عربی سے فارسی میں ترجمہ کرتے۔"(۲)

یاد رہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس بصرہ میں رہتے تھے اور بصرہ کی سرحد ایران سے ملتی تھی اس لیے انھیں ترجمہ کی ضرورت تھی۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: "فكانوا يقرون ذلك في الصلاة حتى"(۳)

یعنی سووہ اس فارسی ترجے کو نماز میں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی زبانیں عربی سے ماخوذ ہو گئیں۔

نزول قرآن کے بعد صحابہ صاحب قرآن سے تفہیم کے محتاج رہے۔ اس کے بعد بھی کوئی دور ایسا نہیں جس میں تفہیم اور تفسیر کی ضرورت کو محسوس نہ کیا گیا ہو۔ قرآن کے بعد اس ضرورت کو صحابہ کرام اور پھر تابعین نے محسوس کرتے ہوئے کام جاری رکھا۔ پروفیسر غلام احمد حریری نے تفسیر ومفسرین میں الاتقان کے حوالے سے یوں لکھا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے اپنی مشہور کتاب الاتقان میں ذکر فرمایا ہے اور دس صحابہ کے نام رقم کیے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق ۶۳۴ء، حضرت عمر فاروق ۶۴۴ء، حضرت عثمان غنی۶۵۶ء، حضرت علی۶۶۱ء، حضرت عبد اللہ بن عباس ۶۸۷ء، حضرت عبد اللہ بن مسعود ۶۵۳ء، حضرت ابی بن کعب۶۴۰ء، حضرت زیدبن ثابت ۶۶۵ء، حضرت ابوموسی اشعری ۶۶۵ء، حضرت عبد اللہ بن زبیر ۶۹۲ء۔

امام سیوطی نے مذکورہ بالا صحابہ کرام کے علاوہ ۴۳ صحابہ وصحابیات کی تفسیری روایات بھی نقل کی ہیں۔

عہد تابعین میں ترجمہ وتاریخ

مکہ کے تفسیری مکتب سے عہد تابعین میں جن لوگوں نے تفہیم و تفسیر کا کام جاری رکھا ان میں سے چند مشہور نام یہ ہیں: حضرت سعید بن جبیر ۷۱۴ء، حضرت مجاہد بن جبیر مخزومی ۷۲۱ء، حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس ۷۰۰ء، حضرت طاؤس بن کسان یمان ۷۲۴ء، حضرت عطاء بن رباح ۷۳۲ء۔

اس مکتب کی بنیاد حضرت عبداللہ بن عباس (۶۸۷ - ۶۸ھ) نے رکھی۔

اسی طرح مدینہ کے تفسیری مکتب فکر کے کچھ نام خاص اہمیت رکھتے ہیں جنھوں نے مشن جاری رکھا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت ابو العالیہ ۷۰۹ء، حضرت محمد بن لعب القرظی ۷۲۶ء، حضرت زید بن اسلم ۷۵۳ء۔

اس مکتب کی بنیاد رکھنے میں جلیل القدر صحابی کا نام آتا ہے۔ وہ حضرت ابی بن کعب ۶۴۰ء ہیں۔

ان دو بڑے مکاتیب کے بعد جس تیسرے بڑے مکتب تفسیر کا نام آتا ہے اس کے بانی حضرت عبداللہ بن

مسعود ۶۵۳ء تھے یہ مکتب عراق سے تعلق رکھتا ہے۔

اس میں جن بڑے ناموں کا ذکر آتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں: حضرت علقمہ بن قیس ۶۸۲ء، حضرت مسروق بن اجدع ہمدانی ۶۸۳ء، حضرت اسود بن یزید ۷۱۴ء، حضرت مرہ ہمدانی ۶۹۵ء، حضرت عامر شعبی ۷۶۱ء، حضرت حسن بصری ۷۴۸ء، حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی ۷۳۶ء (۴)

مشہور محقق سعید الرحمن علوی لکھتے ہیں:

> "بنو امیہ کے دور میں بر بر زبان میں مکمل ترجمہ کا ثبوت ملتا ہے جسے قرآن مجید کا اولین ترجمہ شمار کیا جاتا ہے۔"(۵)

روح کی ضرورت اور غذا مذہب سے وابستگی اور اللہ کا خوف ہے۔ اللہ کا خوف مسلسل عمل ہے جو ساری زندگی رہنا چاہیے۔ قرآن فہمی اس میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور ہمارے سلف صالحین نے اس ضرورت کو دیکھتے ہوئے اپنی جدو جہد جاری رکھی۔ جس کا آج بھی امت مسلمہ کھا رہی ہے۔ قرآن کا فہم کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ خاص کتاب کیلئے خاص فہم چاہیے، خاص معیار چاہیے، اس کے لئے بڑے ذرخیز ذہن کی ضرورت ہے اور ذرخیز ذہن اللہ کی توفیق سے یہ کام کرتے چلے آ رہے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں

قرآن مجید اللہ رب العالمین کا وہ آخری پیغام اور کلام ہے جو اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ اس دنیا کے آخری رسول و نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ساری انسانیت کے لیے نازل فرمایا چونکہ بنیادی طور پر اس کے اولین مخاطب عرب تھے اور ہزار خرابیوں کے باوجود زبان دانی، فصاحت وبلاغت اور دیگر اصناف معانی و بدیع سے بہ خوبی واقف تھے اس لیے ان کو قرآن کے سمجھنے میں دشواری نہ ہوتی تھی لیکن پھر بھی بعض دفعہ تشریح وتوضیح مطالب کے خواہاں ہوتے تھے جس کو حامل قرآن، اللہ کی ہدایت کی روشنی میں بتلادیا کرتے تھے۔ اس کی ایک دو نہیں متعدد مثالیں علوم قرآن پر لکھی گئی کتابوں میں آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں یہاں اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔

اسلام ساری دنیا کے لیے ہے اور قرآن ساری انسانیت کے لیے آیا ہے اس لیے غیر عرب افراد کے لیے اس کے سمجھنے میں دشواری لازمی تھی چونکہ عرب میں غیر عرب مسلم جو قرآن کے مطالب و معانی کو سمجھ نہ سکیں، خال خال ہی تھے بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے پھر ان کے لیے بجائے ترجمہ کے عربی زبان سیکھنا زیادہ بہتر تھا اس لیے ان ادوار میں ترجمہ کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی لیکن جب اسلام جزیرہ عرب سے باہر نکلا اور غیر عرب اقوام نے اسلام کی دولت کو قبول کر لیا تو ان کے لیے اس کی ضرورت پڑی اور بڑھتی رہی لیکن دولت امویہ وعباسیہ کے زمانہ تک چونکہ عربی زبان کا بول بالا تھا، مدارس و مکاتب و تعلیم گاہوں میں تمام علوم کی تعلیم عربی میں ہو رہی تھی اس لیے اس کی زیادہ ضرورت محسوس نہیں کی گئی لیکن بعد کے ادوار میں حالات نے پلٹا کھایا اور عربی کی جگہ فارسی، ترکی یا اردو نے لے لی تو علماء حق نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا اور باقاعدہ تراجم کی طرف توجہ مبذول کی۔

ہندوستان میں ترجمہ قرآن کی ضرورت ہمیشہ سے تھی لیکن اس کے لیے کوئی با قاعدہ اور پروگرام کے تحت کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ اس بارے میں اگرچہ بہت سی کوششوں کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے لیکن در حقیقت اس میں قابل ذکر اور نا قابل فراموش اور اثر انگیز کام شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے فرزند الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اٹھایا۔ آپ نے جو کارہائے تجدید انجام دیے ان میں کلام اللہ کا فارسی ترجمہ بھی ہے۔ اس زمانے میں علماء سو کی کثرت تھی اور دین

محض رسم و رواج کا نام رہ گیا تھا، احادیث متروک ہو چکی تھیں ، شرک خفی وجلی کا بازار گرم تھا ایسے میں آپ نے المسوی والمصفی ، شرح موطاء کے علاوہ حجۃ اللہ البالغہ جیسی انقلاب آفرین کتابیں تصنیف فرمائیں اور صدیوں سے چھائے ہوئے جمود کو ضربات شدیدہ سے توڑ دیا۔

بارہویں صدی ہجری میں اردو زبان برصغیر پاک و ہند میں نہ صرف ادبی زبان بن کر ابھر رہی تھی بلکہ کثیر تصنیفات و تالیفات اور تراجم کے باعث ایک عام فہم زبان بھی بنتی جا رہی تھی۔ اگر چہ دکن کی اسلامی ریاستوں میں عرصہ دراز سے اردو زبان میں عقائد تصوف و اخلاقیات اور فقہی کتابوں کے تراجم ہورہے تھے مگر اردو ترجمہ قرآن کا آغاز ابھی نہ ہوا تھا۔شاید اردو کی نشوونما کی ابتداء میں چونکہ ذخیرہ الفاظ محدود تھا اس لئے ترجمہ قرآن کی طرف علماء نے قدم نہ اٹھایا۔دوسری طرف برصغیر سے عربی زبان کے بعد فارسی زبان بھی تیزی کے ساتھ رخصت ہونے لگی تو عوام تو عوام، خواص کے لئے بھی اب ترجمہ قرآن اردو زبان میں ضروری سمجھا جانے لگا چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) جو خود فارسی ترجمہ قرآن کے برصغیر میں اولین مترجم میں شمار ہوتے ہیں ان کے دو صاحبزادوں کو اردو زبان کے ترجمہ قرآن کے اولین مترجم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

شاہ محمد رفیع الدین دہلوی (م ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۷ء) نے اردو زبان کا پہلا مکمل لفظی ترجمہ قرآن ۱۲۰۰ھ میں مکمل کیا جب کہ آپ کے چھوٹے بھائی شاہ محمد عبد القادر دہلوی (م ۱۲۳۰ھ /۱۸۱۴ء) نے اردو زبان کی تاریخ کا پہلا مکمل با محاورہ ترجمہ قرآن ۱۲۰۵ ۱۷۹۰ء میں مکمل کیا۔(۶)

یہ دونوں تراجم قرآن تیرھویں صدی ہجری ہی میں شائع ہونا شروع ہو گئے جس کے باعث ان کو اولیت کے ساتھ ساتھ پذیرائی بھی حاصل ہوئی اگر چہ تاریخ میں ان دونوں اردو تراجم قرآن سے قبل کے بھی تراجم پائے جاتے ہیں لیکن یا تو وہ مکمل ترجمہ قرآن نہیں تھے یا مخطوطہ ضائع ہو گئے اس لحاظ سے ان دونوں بھائیوں کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ایک لفظی ترجمہ قرآن کا بانی ہے تو دوسرا بامحاورہ ترجمہ قرآن کا حامل۔

شاہ برادران کے بعد فورٹ ولیم کالج (قائم شدہ ۱۲۱۴ھ ۱۸۰۰ ء) نے پہلے انجیل کا اردو زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا اور پھر پانچ علماءحضرات نے مل کر اردو میں ترجمہ قرآن (۱۲۱۹) ھ / ۱۸۰۴ء) میں مکمل کیا۔ تیرھویں صدی ہجری میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ۲۵ ترجمہ قرآن اردو زبان میں کئے گئے مگر کسی کو بھی شاہ برادران کی طرح پذیرائی حاصل نہ ہو سکی البتہ سرسید احمد خاں کی تفسیر اور ترجمہ ۱۵ پاروں تک شائع ہوا تھا اور علی گڑھ کے ہم خیال لوگوں کے درمیان اس کو پذیرائی بھی حاصل ہوئی۔ مگر سر سید احمد خاں کے ترجمہ قرآن سے جدید ترجمہ قرآن کا دور شروع ہوتا ہے جس میں عام روایت سے ہٹ کر ترجمہ اور تفسیر کی گئی۔اس جدید رجحان کو علی گڑھ سے فارغ التحصیل افراد نے سرسید کی فکر کو آگے بڑھانے میں بہت مدد دی۔ سرسید احمد خان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی دانست میں ترجمہ قرآن کو ایک عام کتاب سمجھ کرترجمہ کرنا شروع کر دیا جس کے باعث ایک بڑی تعداد مترجمین کی سامنے آئی جن میں سے چند اردو مترجمین قرآن کے نام معروف ہیں - مثلاًنذیر احمد دہلوی ، مولوی عاشق الٰہی ،مولوی فتح محمد جالندھری ، مرزا وحید الزماں ، مولوی عبد اللہ چکڑالوی ، ابوالکلام آزاد، چودھری غلام احمد ، عبد الماجد دریا آبادی وغیرہ۔

سر سید احمد خان کے رفقاء کار کے علاوہ ایک بڑی تعداد مترجمین قرآن کی دارالعلوم دیوبند (قائم شدہ ۱۲۸۳ھ) کے مترجمین کی بھی چودھویں صدی ہجری میں سامنے آتی ہے جن میں مندرجہ ذیل مترجمین کے نام قابل ذکر ہیں: مولوی فیروز الدین روحی، مولوی محمد میمن جونا گڑھی، مرزا حیرت دہلوی، مولوی عبدالحق، مولوی محمد نعیم دہلوی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمد الحسن دیوبندی وغیرہ۔(۷)

تفسیر سراج البیان میں اس دور کی چند مشہور تفاسیر کے علاوہ چند ایک مزید تفاسیر کے نام بھی درج ہیں:

تفسیر اکسیر اعظم: شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ایک لائق شاگرد مولانا محمد احتشام الدین مراد آبادی نے ایک تفسیر اکسیر اعظم کے نام سے لکھی جو پہلی بار مطبع احتشامیہ مراد آباد میں اور پھر مطبع نول کشور میں طبع ہوئی ترجمہ نہایت عمدہ اور تفسیر عالمانہ ہے۔

تفسیر فتح المنان: المعروف تفسیر حقانی از مولانا ابومحمد عبد الحق حقانی دہلوی یہ تسیر اور ترجمہ بھی نہایت عمدہ اور عالمانہ ہے۔ پہلی بار ۱۳۰۵ء میں آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی، متعدد بار چھپ چکی ہے۔

تفسیر ثنائی: ایک آسان مختصر اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جواب پر مشتمل تفسیر، تفسیر ثنائی کے نام سے حضرت مولانا ثناء اللہ امر تسری نے بھی لکھی۔ یہ سات جلدوں میں تیار ہوئی اور پہلا ایڈیشن ۱۳۰۲۷ء میں طبع ہوا جس کے بعد بار بار طبع ہوئی اور ہو رہی ہے۔

تفسیر مواہب الرحمن: مولانا سید امیر علی ملیح آبادی تلمیذ شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کی تفسیر مواہب الرحمن اور ترجمہ قرآن بھی ہے جو ۱۹۷۷ء میں منشی نول کشور نے چھاپا اگر چہ ترجمہ میں روانی نہیں ہے مگر تفسیر بیش بہا معلومات کا خزانہ ہے، متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ عربی کی بڑی بڑی تفسیروں سے بے نیاز کرنے والی ہے۔

غرائب القرآن: شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب جو ڈپٹی نذیر احمد کے نام سے موسوم ہیں اور اردو ادب میں اپنا ایک الگ مقام رکھتے ہیں، انھوں نے بھی قرآن کا ترجمہ کیا سلامت روانی اور حصول مقصد میں یہ ترجمہ بہت اچھا ہے۔ البتہ موصوف نے دہلی کے عام محاوراتی اسلوب میں ترجمہ کر کے عام روش سے ہٹ کر کام کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے ترجمہ قرآن کو ایک زمانہ میں بڑی مقبولیت حاصل تھی اور آج بھی اس کی زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہے یہ ترجمہ ۱۷۹۵ء میں مکمل ہو چکا تھا اور دس برس کے قلیل عرصہ میں سات بار چھپ چکا تھا۔ ساتویں بار ۱۹۰۵ء میں طبع ہوا۔ آج کل مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہے۔

ترجمہ فتح الحمید: سادہ سلیس اور عام فہم ترجمہ فتح الحمید کے نام سے مولوی فتح محمد خان جالندھری نے کیا جو اپنی سادگی، سلاست اور عوامی مزاج کا ہونے کے باعث بہت مشہور ہوا۔ علماء وعوام نے اس کو بہت پسند کیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن تقریبا ۱۹۰۰ء میں رفاہ عام پریس امرتسر سے طبع ہوا اور برابر چھپ رہا ہے۔

موضحۃالفرقان، وتفسیر وحیدی: تقریبا ۱۹۰۵ء میں ترجمہ موضحۃ الفرقان اور حاشیہ پر تفسیر وحیدی کے نام سے ایک ترجمہ حضرت مولانا وحید الزماں حیدر آبادی صاحب نے شائع فرمایا۔ اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ زبان شستہ رواں اور فصیح ہے۔ اسلوب عالمانہ مگر سلیس ہے۔ جا بہ جا قوسین میں الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے جس سے معانی و مطالب کے بیان میں پوری وضاحت ہوگئی ہے۔ تفسیر میں ائمہ محدثین کے طریق کو اختیار فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ وتفسیر بیان القرآن: یہ ترجمہ وتفسیر مشہور دیو بندی عالم مولانا اشرف علی تھانوی کا ہے جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۸ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے بارہ جلدوں میں طبع ہوا تب سے برابر چھپتا رہتا ہے۔ بعض ایڈیشن میں صرف ترجمہ ہی چھپتا ہے۔ قرآن شریف کے جو تراجم سب سے زیادہ چھپتے ہیں ان میں اس کا بہت اونچا مقام ہے۔ ترجمہ سلیس سہل اور آسان ہے۔ تفسیر میں جن نواحی کو شامل کیا ہے اس سے عوام کم علماء زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

موضح فرقان حمید: علماء دیوبند کے شیخ الشیوخ حضرت مولا نا محمود حسن، المعروف شیخ الھند کا ترجمہ و حواشی ازحضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مشہور و مقبول ترجمہ ہے۔ تفسیری حواشی بھی بہت دقیق ہیں لیکن تصوف اور علم کلام کے بعض مباحث جو باب عقیدہ میں خلل پیدا کرتے ہیں اگر نہ ہوتے تو اچھا تھا۔ ترجمہ نہایت آسان، سلیس اور عمدہ ہے اور اکثر چھپتا رہتا ہے۔

ترجمہ و تفسیر از مرزا حیرت دہلوی: مرزا حیرت دہلوی ادبی ذوق و شوق کے مالک تھے، تقلید جامد کو ناپسند کرتے تھے، بڑے جری اور صاحب علم تھے۔ قرآن کا ترجمہ انگریزی اور ار دو دونوں میں کیا۔زبان شستہ رواں اور با محاورہ ہے۔اخذ مطالب میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔بعض وجوہ سے ان کے ترجمہ پر بھی بعض علماء کی طرف سے اعتراضات ہوئے مگر انھوں نے ان کی طرف کوئی خاص دھیان نہیں دیا۔اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن ۱۸۰۱ء میں کرزن پریس دہلی میں طبع ہوا۔بعد میں بھی اس کے دو ایڈیشن نکلے، آج کل نایاب ہے۔

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن: مولانا احمد رضا خان بریلوی نے بھی ایک ترجمہ کیا جو کافی حد تک مقبول ہوا۔تفسیر میں زیادہ تر تاویل وتفسیر بالرائے کو اختیار کیا ہے۔اس میں حواشی نعیم الدین مراد آبادی کے ہیں۔اس کا پہلا ایڈیشن مراد آباد کے مطبع نعیمی میں چھپا تھا، درمیان میں اس کی اشاعت رک سی گئی تھی ، اب دوبارہ بڑے پیمانے پر عمل میں آرہی ہے۔

ترجمہ وتفسیر محمدی: حضرت مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی رحمہ اللہ کا ترجمہ و تفسیر محمدی جو دراصل تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ ہے۔شستہ، شگفتہ، سہل اور آسان ہونے کے سبب بڑا مقبول ہوا۔اپنوں اور پرائیوں سب نے اس کو نہ صرف پسند کیا بلکہ چھاپا اور اس کی اشاعت کی۔بعض متعصبوں نے اس پر سے ان کا نام اڑا دیا جو انتہائی درجہ کی خیانت ہے۔ ترجمہ کی مقبولیت اور معتبریت کے لیے اتناہی کافی ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اس پر مولانا کو داد تحسین سے نوازا۔جونا گڑھی صاحب نے پہلے اپنے اخبار محمدی دہلی میں اس کو چھاپا تھا اور پھر اس کو الگ چھاپ دیا۔آج کل مشہور فاضل حضرت مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کے حواشی بنام احسن البیان کے ساتھ جونا گڑھی صاحب کا ترجمہ بڑی آن و بان سے چھپ رہا ہے، مدینہ کا شاہی مطبع مجمع الملک فہد لطباعۃ القرآن الکریم اس کی اشاعت بڑے پیمانے پر کر رہا ہے اور مارکیٹ میں اس کی مانگ برابر جاری ہے جو اس کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

ترجمان القرآن: مولانا ابوالکلام آزاد کا ترجمہ تفسیر ان کی شخصیت کی طرح نہایت با وقار اور معتبر ہے۔ادبی چاشنی، شگفتگی اور سلاست اس ترجمہ کی خاص خصوصیت ہے، صاحب ترجمہ کی علمیت کا شاہکار ہے۔اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۱ء میں جید برقی پریس دہلی میں طبع ہوا۔بعد میں ساہتیہ اکیڈمی اس کو چھاپتی رہی چونکہ بعض وجوہ سے یہ نامکمل تھا جس کو حضرت مولانا غلام رسول مہر اور مولانا محمد عبدہ نے مکمل کر دیا ہے۔اس کا نیا ایڈیشن حال ہی میں چھپا ہے۔

تفہیم القرآن: اوسط درجہ کے تعلیم یافتہ حضرات اس ترجمہ اور تفسیر کے مخاطب ہیں۔مولانا مودودی صاحب نے اپنی علمی قابلیت، تجربہ اور علوم وافکار جدیدہ سے اپنی واقفیت اور ادب و انشاء کی مہارت کا پورا پورا استعمال کیا ہے۔ترجمہ بجائے ترجمہ کے ترجمانی کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔۱۹۷۲ء میں یہ عظیم کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔اس کی کل چھ ضخیم جلد میں ہیں۔ترجمہ وتفسیر علماء کے مقابلہ جدید تعلیم یافتہ اشخاص میں زیادہ مقبول ہوا۔تفسیر کے بغیر صرف ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

القرآن الحکیم مع ترجمہ وتفسیر (تفسیر ماجدی): مشہور ادیب و صحافی عبد الماجد دریا بادی کا ترجمہ قرآن و تفسیر بھی اپنی سلاست روانی اور بہتر ترجمانی کے لیے مشہور و مقبول ہے۔انھوں نے اپنے سے متقدم علماء کے ترجموں سے پورا پورا استفادہ کیا ہے، خصوصاً مولانا اشرف علی تھانوی کے ترجمہ سے، ان کا ترجمہ عام فہم اور آسان ہے۔

کشف الرحمن مع تیسیر القرآن: مولانا احمد سعید دہلوی کا ترجمہ وتفسیر اپنے حسن بیان و لطافت زبان میں اپنی مثال آپ ہے۔دہلی کی صاف سلیس اور فصیح زبان ان کا خاص امتیاز ہے۔علماء کبار نے ان کی مہارت کا لوہا مانا ہے۔یہ طباعت دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

ترجمان القرآن بالطائف البیان: نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے عربی میں فتح البیان فی مقاصد القرآن لکھی جو دس

جلد میں مکمل ہوئی اور اردو میں ترجمان القرآن لکھی جو جلدوں میں مکمل ہوئی۔ترجمہ وفوائد موضح القرآن شاہ عبد القادر سے ماخوذ ہے اور تفسیر بالماثور میں اچھا مقام رکھتی ہے۔آج پرانی لائبریریوں کے علاوہ کہیں دستیاب نہیں۔

احسن التفاسیر: تفسیر بالا احادیث کا بہترین مجموعہ ہے، کئی بار چھپ چکی ہے، آخر میں پاکستان میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی توجہ اور مولانا عبد الرحمن گوہڑوی کی تعلیقات سے چکی ہے۔شاہ عبد القادر کے ترجمہ پر مشتمل ہے۔پاکستان میں المکتبہ السلفیہ لاہور نے چھاپی ہے۔

تفسیر تیسیر القرآن: حضرت مولانا عبد الرحمن کیلانی کی تفسیر اور ترجمہ جو حال میں سامنے آیا ہے نہایت عمدہ اور معیاری ہے۔ترجمہ کی سلاست اور بیان کی ندرت قاری پر اچھا اثر ڈالتی ہے، ترجمہ میں اس بات کی کوشش کی گئی کہ قاری نص قرآن کو سمجھ لے ترجمہ کی تزئین و آرائش پرزور و توجہ نہیں، فارسی الفاظ و تراکیب کے مقابلہ میں عربی الفاظ کو پیش نظر رکھا ہے۔ان کی تفسیر بھی مختصر مگر احادیث صحیحہ و آثار حسنہ سے مرصع ہے۔(۸)

اردوزبان میں ترجمہ قرآن کے ادوار اور مختلف زبانوں میں ریکارڈ

کتب سماوی بالخصوص قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انبیائے کرام علیہ الصلوۃ والسلام کلام الٰہی کے اصل ترجمان تھے اور ان کے پیرو کار یعنی صحابہ کرام ، تابعین و تبع تابعین ، وحی الٰہی کے ابلاغ و ترسیل کے سلسلے میں انبیائے کرام کے تفسیری ارشادات کے مترجم تھے۔اس طرح ترجمہ کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنا خود انسان کا اس کائنات میں اپنا وجود -اللہ تبارک و تعالیٰ نے فطری طور پر انسان کے اندر تجسس اور غور و فکر کا مادہ ودیعت کیا ہے۔اس بنا پر انسان کو تجسس اور تدبر کا آمیزہ کہا جاتا ہے۔اس جذبے کے تحت صدیوں سے انسان ایک دوسرے کو سمجھنے، پرکھنے اور ایک دوسرے تک اپنا مافی الضمیر پہنچانے کے راستے نکالتا رہا ہے۔تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اس صلاحیت کے موئثر و مستعد استعمال نے انسانی معاشرے، ملک اور قوموں کے درمیان افہام وتفہیم کی فضا پیدا کی ہے اور اس کے بر عکس تجسس وتدبر کے جذبہ کی ناپختگی یا اس صلاحیت کے غیر موثر استعمال نے فتنہ وفساد کی راہیں بھی کھولی ہیں۔دنیا بھر میں قرآن پاک کے تراجم بے شمار زبانوں میں ہوئے ہیں اور اردو زبان کو یہ شرف حاصل ہے کہ ترجمہ و تفسیر کا سب سے زیادہ مواد اسی میں لکھا گیا ہے۔کم و بیش ۱۰۱۱ اندراجات موجود ہیں۔(۹)

ترجمہ مستقل ایک فن ہے۔مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اس کی ضرورت واہمیت مسلم ہے۔تراجم کی مختلف اصناف میں مذہبی تراجم سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔اس لیے کہ ایک سروے کے مطابق دنیا بھر کے من جملہ تراجم کی خدمات میں نصف سے زائد خدمات مذہبی تراجم پر مشتمل ہیں۔قرآن پاک کا ترجمہ سب سے پہلے لاطینی ، پھر فرانسیسی اور پھر انگریزی میں ہوا، ایک سروے کے مطابق دنیا میں چھے ہزار پانچ سو زبانیں بولی جاتیں ہیں ان میں سے دو ہزار تین سو پچپن زبانوں میں انجیل کا ترجمہ ہو چکا ہے اور مسلمان تجزیہ نگاروں کا دعوی ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ دنیا کی اکثر زبانوں میں ہو چکا ہے۔(۱۰)

عربی زبان کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا کہ دنیا کی وہ زبان ہے جو نازک سے نازک اور مشکل سے مشکل معنی کو انتہائی جامعیت کے ساتھ ادا کر لیتی ہے۔جبکہ دوسری زبانیں اس مہارت میں عربی سے کافی حد تک پیچھے ہیں۔اور اردو چونکہ خود ایک لشکری زبان کے طور پر سامنے آئی۔بہت سے ارتقائی مراحل تھے جو اردو کو طے کرنے پڑے۔

اسی طرح اردو ترجمہ کو بھی موجودہ شکل میں آتے آتے مختلف ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ہر دور میں ترجمہ کرنے والوں کا اصل مقصد یہی رہا ہے کہ قرآنی مطالب و مفاہیم کو ان لوگوں تک پہنچایا جائے جن کی مادری زبان عربی

نہیں ہے۔ پھر اس مقصد کے ساتھ ساتھ ان کا اس بات پر بھی زور رہا ہے کہ عوام کو آسان اور عام فہم پیرایہ میں قرآنی احکامات اور تعلیمات پہنچائی جائیں تا کہ انہیں دشواری کا سامنانہ کرنا پڑے۔ یادر ہے کہ اردو نثر کے اسالیب تبدیل ہوتے رہے جس کا اثر قرآن کے اردو تراجم پر بھی ہوا۔

اردو تراجم کے ادوار

اپنے اپنے دور کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مترجمین نے پر خلوص کوششیں کی ہیں جن کی جزاء یقینا اللہ کے پاس ہے۔ مشہور محقق محمد اکرم چغتائی قرآن کے اردو تراجم نامی کتاب میں ذکر کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے ترجمہ کے ادوار کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

- پہلا دور جو قدیم دور بھی کہلاتا ہے جو دکنی دور سے شروع ہوتا ہے اور اٹھارویں صدی عیسوی کے اختتام تک چلتا ہے۔
- دوسرادور شاہ رفیع الدین کے ترجمہ سے شروع ہو کر انیسویں صدی کے آخر میں ختم ہوتا ہے۔
- تیسرا اورآخری دورڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے اور موجودہ دور تک چل رہا ہے۔(۱۱)

اردو ترجمہ قرآن کا پہلا دور

اب تک کی دستیاب تحقیقات کے مطابق پہلے دور میں جو تراجم ملتے ہیں وہ تقریبا بھی نامکمل ہیں۔ حالانکہ وہ خاصی تعداد میں ہیں۔

اگر مختلف کتب خانوں مثلا کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد دکن) کتب خانہ سالار جنگ (حیدر آباد دکن) کتب خانہ، ادارہ ادبیات (حیدر آباد دکن) کتب خانہ انجمن ترقی اردو (کراچی) برٹش میوزیم (لندن) اور انڈیا آفس (اردن) کے خطی نسخوں اور مطبوعہ کتب کی فہرستوں کو کھنگالا جائے تو ایسے بہت ترجموں کے حوالے مل جاتے ہیں۔(۱۲)

اردو ترجمہ قرآن کا دوسرا دور

پہلے دور کے نامکمل تراجم کے بعد دوسرے دور میں قرآن پاک کا مکمل ترجمہ منظر عام پر آیا تھا۔اردو بھی اپنی شکل بدل رہی تھی اور ادب پر دکنی اثرات کم ہو گئے تھے۔ بلکہ تقریبا ختم ہونے کو تھے۔ اس لیے اس دور میں ملنے والے تراجم میں دکنی اثرات کی جگہ شمالی ہند کے الفاظ محاورات اور دیگر اسالیب بیان نے سنبھال لی تھی۔ اکرم چغتائی کے مطابق اس دور کا معروف اور معتبر ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی کا ہے۔

آپ شاہ ولی اللہ کے تیسرے بیٹے تھے۔ آپ کو فارسی اور عربی پر عبور حاصل تھا۔ اگر چہ ان کی علمیت کا چرچا تھا لیکن قرآن کا پہلا مکمل اردو ترجمہ ان کی شہرت کی اصل وجہ بنا۔ اٹھارویں صدی کے اواخر کا پہلا مکمل اردو ترجمہ تھا۔ ترجمہ کرنے کا انداز بھی یہ تھا کہ وہ بولتے جاتے اور ان کے ایک شاگر دسید نجف علی خاں اسے لکھتے جاتے تھے۔ جب قرآن مکمل ہو گیا تو انہوں نے اسے اپنے استاد محترم کی خدمت میں پیش کر دیا اور اصلاح کروائی۔ شاہ صاحب کا یہ ترجمہ لفظی ہے۔

اس میں عربی کی نحوی ترکیب کا اتباع کیا گیا ہے۔ عربی الفاظ کا ترجمہ اردو کے مناسب الفاظ سے کر دیا گیا ہے اور الفاظ کے اضافے سے ترجمے کو بامحاورہ نہیں بنایا گیا۔ لفظی ترجمہ ہونے کے باوجود یہ وہ ترجمہ ہے جو قرآن کی روح اور اس کے مزاج کے عین مطابق ہے۔(۱۳)

اس صدی کا دوسرا بڑا نام بھی شاہ ولی اللہ کے بیٹے ہی کا ہے انہوں نے ۱۷۹۰ میں ایک بامحاور و اردو ترجمہ کر کے شہرت حاصل کی۔

شاہ عبد القادر کا یہ ترجمہ لفظی نہیں ہے بلکہ اردو کے روز مرہ اور محاورے لیے ہوئے ایک وضاحتی انداز رکھتا ہے اسے اردو ہندی لغت کا ایک بڑا خزانہ بھی سمجھا جاتا ہے۔اس ترجمے نے نہ صرف قرآن کا فہم آسان کیا ہے بلکہ ساتھ ساتھ اردو ادب کو بھی ایک بڑا خزانہ دیا ہے۔شاہ عبدالقادر صاحب اپنے ترجمے دیباچے میں خود فرماتے ہیں۔

> ”اس بندہ ناچیز عبد القادر کے خیال میں آیا کہ جس طرح ہمارے بابا صاحب بہت بڑے حضرت شاہ ولی اللہ عبد الرحیم کے بیٹے ، سب حدیثیں جاننے والے ، ہندوستان کے رہنے والے، فارسی زبان میں قرآن کے معنی آسان کر کے لکھتے ہیں اسی طرح عاجز نے ہندی زبان میں قرآن کے معنی آسان کر کے لکھے ہیں۔الحمد اللہ یہ آرزو ۱۲۰۵ھ بمطابق ۱۷۹۰ء میں حاصل ہوئی۔“(۱۴)

یہ بات واضح رہے کہ پہلے اردو کو ہندی کہا جاتا تھا۔اس طرح جیسے عرب میں بولی جانے والی زبان کو عربی کہا جاتا ہے۔اسی لیے شاہ عبد القادر نے اپنے اردو ترجمے کو ہندی لکھا ہے۔

حکیم محمد شریف خاں (متوفی ۱۸۰۱ء) کا ترجمہ قابل ذکر ہے یہ کہ ترجمہ شاہ عالم بادشاہ کے کہنے پر ہوا۔ مولوی عبدالحق کی رائے میں اس ترجمے کی زبان شاہ عبد القادر کے ترجمے کے مقابلے میں زیادہ صاف ہے اور لفظی پابندی میں اتنی بھی نہیں کی گئی ہے۔اردو زبان کی ترکیب کا نسبتاً زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔(۱۵)

انیسویں صدی میں جو کہ قرآن کے اردو تراجم کا دوسرا دور تصور کیا جاتا ہے اور بھی بہت سے تراجم اور مترجمین سامنے آتے ہیں۔

یہ وہ دور تھا جس میں قرآن مجید کے اردو تراجم کو ضروری سمجھا جانے لگا تھا اور بڑی جانفشانی سے اس پر کام ہو رہا تھا۔اس میں کچھ ترجمے مکمل اور کچھ جزوی بھی ملتے ہیں۔

اس دور میں ایک ترجمہ فورٹ ولیم کالج میں ڈاکٹر جان گلکرسٹ کے حکم پر ہوا ان کی بیماری کی وجہ سے ادھورا رہ گیا جسے اس کالج کے استاد مولوی امانت اللہ شیدا نے مکمل کیا۔جن میں میر بہادر علی حسینی اور کاظم علی کا تعاون بھی شامل تھا۔(۱۶)

مترجم نے اردو کے روز مرہ کو عمدگی سے استعمال کیا ہے جملوں کی ترکیب عربی نہ پر نہیں بلکہ اردو کے ڈھنگ پر ہے۔

اردو ترجمہ قرآن کا تیسرا دور

اردو میں قرآنی تراجم کا تیسرا دور ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ترجمہ قرآن سے شروع ہوتا ہے۔یہ ترجمہ پہلی بار ۱۸۹۶ میں شائع ہوا۔یہ اپنے بعض خصائص کی بناء پر ایک خاص مقام رکھتا ہے اس ترجمے کو اردو زبان و ادب کا ایک مثالی کارنامہ تصور کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اصل میں یہ ایک عظیم مذہبی خدمت بھی ہے۔اس کی چند نمایاں خصوصیات کچھ یوں ہیں:

۱۔ زبان با محاورہ ہے اور قوسین میں تشریحی الفاظ درج کر کے عبارت مسلسل اور مربوط بنادی گئی ہے۔

۲۔ حاشیے پر فائدے لکھے ہیں ، ان میں شاہ عبد القادر کی تفسیر سے مدد لی گئی ہے۔

۳۔ لغات عربی کی تشریح الگ ہے۔

۴۔ مضامین قرآن کی فہرست حوالہ آیات کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔

۵۔ محاورات کا بکثرت استعمال کیا گیا ہے جس پر شدید احتجاج بھی ہوا۔(۱۷)

ڈپٹی نذیر احمد کے بعد یوں صدی میں قرآن کے اردو تراجم کی کثیر تعداد سامنے آگئی۔

ان مترجمین میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولوی عاشق الٰہی، فتح محمد جالندھری محمد حسن دیوبندی، ابوالکلام آزاد، عبد الماجد دریا آبادی، مولانا ابوالاعلی مودودی وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ مجموعی طور پر یہ دور قرآنی تراجم کے عروج کا دور تھا۔(۱۸)

مختلف زبانوں میں ترجمہ قرآن کی مختصر تاریخ

قرآن پاک کی تلاوت باعث ثواب ہے، خیر و برکت کا سبب بھی ہے۔ اگر اس کو سمجھ کر پڑھا جائے تو اس میں ہدایت، شفاء اور رحمت کے پہلو بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اس میں موجود تعلیمات سمجھ میں آئیں گی تو کماحقہ تعمیل ہو سکے گی۔ اس لیے ان فوائد کے حصول کے لئے غیر عربی علمائے کرام نے جو اپنی زبان کے ساتھ ساتھ عربی زبان پر بھی عبور رکھتے تھے۔ قرآن کے ترجمے جیسا عظیم کام کیا ہے۔ قرآن پاک ایشیائی، افریقی، یورپی زبانوں میں ترجمے کیے جا چکے ہیں، ماہر علوم القرآن ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق چودھویں صدی کے ربع چہارم میں دنیا کی سو سے زائد زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ ہو چکا ہے۔(۱۹)

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) امام ابو داؤد، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، روایۃ حدیث اھل الکتاب، (کراچی: مکتبہ العلم کراچی، ۲۰۰۹ء)، ۳۳۱۔

(۲) علامہ انور شاہ کشمیری، فیض الباری، اردو شرح صحیح بخاری، (لاہور: ادارہ تعلیمات اشرفیہ، ۱۹۹۹ء)، ۱: ۵۳۹۔

(۳) محمد بن محمود السرخی، المبسوط اللسرخسی، (طبع مصر ۱۳۲۴ ھ)، ۲: ۳۷۔

(۴) پروفیسر غلام احمد حریری، تاریخ تفسیر و مفسرین، (فیصل آباد: ملک سنز پبلشرز، طبع دوم، ۱۹۸۷ء)، ۱۰۳، ۱۲۰۔

(۵) سعید الرحمن علوی، قرآن مجید اور اس کے تراجم، ماہنامہ الحق (اکوڑہ خٹک، شمارہ اکتوبر ۱۹۹۶ء)، ۴۴۔

(۶) محمد حنیف ندوی، ماخوذ از تفسیر سراج البیان، (مکتبۃ الہند، طبع اول ۲۰۰۴ء)، ۱: ۴۵۔

(۷) ایضاً، ۱: ۴۷۔

(۸) ایضاً، ۱: ۵۲۔

(۹) قرآن کی تاریخ http:// www.anwar-eislam.org Sited

(۱۰) ایضاً۔

(۱۱) محمد اکرم چغتائی، قرآن کے اردو تراجم، (لاہور: مکتبۃ المعارف، جولائی، اگست ۱۹۶۵)، ۱۹۸۔

(۱۲) ایضاً، ۱۹۹۔

(۱۳) ایضا، ۲۲۔

(۱۴) ڈاکٹر صالح عبد الحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اردو ترجمے، (کراچی: قدیمی کتب خانہ)، ۸۰۔

(۱۵) محمد اکرم چغتائی، قرآن کے اردو تراجم، المعارف (لاہور، جولائی اگست، ۱۹۸۵ء)، ۲۲۔

(۱۶) ایضاً، ۲۳-۲۲۔

(۱۷) ایضاً، ۲۲-۲۳۔

(۱۸) ڈاکٹر قمر رئیس، ترجمے کا فن اور روایت (لاہور: تاج پبلیشنگ)، ۳۸۔

(۱۹) ڈاکٹر محمد حمید، قرآن مجید کے ترجمے، مقالات قرآن کانفرنس، مرتبین: ڈاکٹر سلیم طارق خان، ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر، ۲: ۶۳۰-۶۳۶

❖❖❖